مقدمہ

تذکرہ علمائے اعظم گڑھ

از قاضی اطہر مبارکپوری

موجودہ ضلع اعظم گڈھ کا علاقہ قدیم زمانہ میں بنارس اور اجودھیا کے درمیان جنگلوں پر مشتمل تھا، کہا جاتا ہے کہ اس خطہ میں تارک الدنیا سنیاسی اور فقیر اپنے طور پر عبادت و ریاضت کرتے تھے۔ اور ان کے کئی مرکز تھے، بعد میں اس علاقہ میں کئی قومیں آکر آباد ہوئیں، جن میں گھوسی قوم کا مرکز علاقہ گھوسی اور بھر قوم کا مسکن نواح چریاکوٹ تھا، اور راج بھر قوم کو غلبہ و اقتدار حاصل تھا۔ اس میں چار راجے گذرے ہیں، پورے ضلع میں ان کے آثار اب تک پائے جاتے ہیں، یہ علاقہ چھٹی صدی میں باقاعدہ اسلامی قلمرو میں شامل ہوا۔ سلطان شہاب الدین غوری اور اس کے غلام ایبک نے اس دیار کو فتح کرکے دہلی سے راستہ کیا اور اسی زمانہ سے ارباب علم و فن کا مرجع بننے لگا۔ خاص طور سے آٹھویں صدی میں جب سلطان فیروز شاہ تغلق نے ۷۷۲ھ میں جونپور آباد کیا تو دیار پورب اسلامی علوم اور خلفائے اسلام کے حسنات و برکات کا گلشن سدابہار بن گیا۔ اس کے چند ہی سالوں کے بعد

سلاطین شرقیہ کا دور آیا اور جونپور دارالعلم اور دہلی ثانی بنا کہ یہ پورا علاقہ علمی و روحانی تمدن اور خانوادوں سے معمور و مشحون ہو گیا، شرقی سلاطین کے بعد لودھی سلاطین آئے اور گئے مگر علماء و فضلاء کی محفلیں جمی رہیں، حتیٰ کہ تیموری سلاطین آئے اور شاہجہاں بادشاہ یہاں کی علمی و دینی رونق اور علماء و فضلاء کی کثرت دیکھ کر بے ساختہ پکار اٹھا "پورب شیراز ما است"

اسی شیراز ہند کا ایک قابل قدر حصہ ضلع اعظم گڈھ کا خطہ تھا جس کی سرزمین میں ارباب علم و فضل کے لئے بے پناہ کشش تھی، اور بہت سے علمی اور روحانی خانوادے یہاں آکر اس طرح اقامت پذیر ہو گئے کہ کئی صدیوں تک ان کے فیوض و برکات کا سلسلہ جاری رہا، کہنا چاہیئے آج اس خطہ میں جو علمی و دینی رونق نظر آرہی ہے ان ہی پرانے چراغوں کا صدقہ ہے، اور اعظم گڈھ کا علاقہ ان کی روشنی کا امین ہے، تغلقی دور ہی میں خطہ اعظم گڈھ کی علمی اور دینی مرکزیت ابھرنے لگی اور اس منزل میں علم کے قافلے اترنے لگے، چنانچہ اسی زمانہ میں ایک بزرگ شیخ خلیل اللہ فاروقی محمد آباد گوہنہ میں فروکش ہوئے۔ جن کے خاندان کو دینی اور دنیوی اعتبار سے بڑا فروغ حاصل ہوا، مولانا غلام فرید محمد آبادی بھی اسی خانوادہ سے تھے، مخدوم ظہیر الدین صدیقی متوفی ۷۴۵ھ نے بھی محمد آباد کے قریب سکونت اختیار کی جو مخدوم ابوالفتح رکن الدین ملتانی اور حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مرید و خلیفہ تھے، ان کی اولاد میں کچھ لوگ آج بھی پرگنہ ماہل میں موجود ہیں، نیز اس خاندان کی ایک شاخ بھاگلپور بہار میں موجود ہے، چریاکوٹ کے عباسی شیوخ و قضاۃ بھی اسی زمانہ میں آئے جن میں مشاہیر علم و فن پیدا ہوئے، مولانا عنایت رسول اور مولانا محمد فاروق اسی معدن علم کے جواہر تھے۔

شرقی دور سلطنت میں اس دیار میں متعدد علمی و دینی خاندان آباد ہوئے چنانچہ شیخ فتح اللہ انصاری اودھی نے پرگنہ ماہل کو اپنا مسکن بنایا اور اپنے صاحبزادے بہاءالدین کے نام پر بہاءالدین پور ایک گاؤں کمنہ نیا ڈیہہ آباد کیا۔ ان کی اولاد میں مولانا گلشن علی بن عطاء اللہ انصاری ماہلی اور مولانا

حسن علی انصاری اہل مشہور عالم گذرے ہیں۔

شیخ عبدالحلیم صدیقی کو سلطان ابراہیم شاہ شرقی نے پرگنہ نتھوپور سیاہ میں جاگیر دی، ان کی اولاد کو دینی اور دنیوی جاہ و جلال ہوا۔ اور علاقہ گھوسی میں اسلامی شان و شوکت قائم ہوئی۔

شیخ جمال الدین ہانسوی متوفی ۶۵۹ھ کے فرزند شیخ بہاء الدین سندھ سے آکر محمد آباد گوہنہ میں اقامت گزیں ہوئے جن کی اولاد میں شیخ ابراہیم دانشمند تھے، اکبر بادشاہ نے انکی خدمت میں حاضری دی تھی، نیز سلطان ابراہیم شاہ شرقی نے شیخ محمد جعفر فاروقی دہلوی فرزند شیخ مشید کو قریہ ولید پور، سلطان پور سہیرا، اور اہرا وغیرہ کی جاگیر دی، اور ان کی اولاد نے جونپور سے یہاں آکر قیام کیا، اسی خانوادہ میں مولانا حاجی شاہ ابوالخیر، ملا محمود جونپوری، مخدوم اسمٰعیل، شاہ ابوالغوث گرم دیوان اور مولانا شاہ ابواسحٰق محدث لہراوی جیسے اہل علم و فضل پیدا ہوئے ہیں۔

تیموری دور میں بھی اعظم گڑھ کی سرزمین نے بہت سے مشاہیر علم و فضل کو اپنے دامن میں سمیٹا۔ اور اس کے مختلف علاقوں میں علم و معرفت کی نئی نئی انجمنیں قائم ہوئیں، چنانچہ ہمایونی دور میں خانزادہ حامدیہ چشتیہ مانک پور کے مشہور بزرگ راجہ سید مبارک نے مبارک پور آباد کرکے اسکو اپنی روحانیت و مشیخت کا اول مرکز بنایا کہ آخری دور تک ان کی اولاد نے اس دیار کو سرزمین چشتیہ بنائے رکھا۔ راجہ سید خیراللہ نے خیرآباد اور راجہ سید ابراہیم نے ابراہیم پور بسایا۔ راقم کا خانوادہ بھی راجہ سید مبارک کے ہمراہ یہاں آکر آباد ہوا۔

ان ہی ایام میں قاضی حبیب اللہ عثمانی اصفہانی گھوسی کے قاضی ہوئے اور انھوں نے یہیں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ ان کی نسل میں کئی ارباب ظاہر و باطن گذرے ہیں، مولانا غلام نقشبند گھوسوی لکھنوی اسی بزم کے ایک چراغ تھے۔

اس دور کے محاسن و مفاخر میں میر علی عاشقان سرائمیری متوفی ۹۵۰ھ بڑے صاحب فیض بزرگ ہیں جو نواح دہلی سوانہ سے یہاں آکر رہ بس گئے، ان ہی کے نام پر سرائمیر (مرتضیٰ پور) ہے۔ ان کی اولاد میں مدتوں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رہا۔ ان کے خلفاء میں شیخ مبارک عمری ماہلی ہیں۔ جن کے والد شیخ خیرالدین پرگنہ ماہل میں آباد ہوئے اور باپ بیٹے کے نام پر مبارک پور اور خیرالدین پور دو بستیاں ہیں۔ نیز میر صاحب کے خلفاء میں میر سید قیام الدین سگڑوی ہیں جن کا فیض یہاں سے گورکھپور تک عام تھا۔ سلسلۂ قلندریہ کا اصل مرکز جونپور تھا مگر اس ضلع میں اسکو بہت زیادہ فروغ ہوا۔ قلندرپور اپنے دور میں بزم قلندراں تھا۔ اس سلسلہ کے بانی شیخ قطب الدین بینا دل قلندر جونپوری کے خلفاء میں شیخ نصیرالدین عباسی سمرقندی تھے ان کو نیگوں میں جاگیر ملی اور ان کا خاندان یہیں آباد ہوگیا ان کو شیخ عبداللہ علمبردار مکی سے بھی فیض ملا تھا۔

اسی طرح اور کئی علمی اور روحانی خاندان تغلق، شرقی، لودی، اور تیموری ادوار میں اعظم گڑھ کے اطراف و جوانب میں آکر فروکش ہوئے، جن کے یقین و ایمان کی گرمی اور علم و فضل کی شادابی آج بھی اس کے قریات و قصبات میں علماء اور مدارس کی شکل میں نمایاں ہیں۔ اور یہاں کی موجودہ علمی و دینی روشنی انہی چراغوں کا فیض ہے۔

خاص اعظم گڑھ کی آبادی پر تقریباً تین سو سال گذرے ہیں۔ یہ شہر تیموری دور میں آباد ہوا۔ صورت یہ ہوئی کہ میہنگر کا راجہ ابھی مان جہانگیر بادشاہ کے زمانہ میں مسلمان ہوا اسے دولت خان کا خطاب اور اس دیار کی ریاست ملی، دولت پور اسی کے نام پر ہے۔ اور اس کی رانی کے نام پر رانی کی سرائے ہے۔ آگے چل کر اس خاندان میں راجہ اعظم خان اور راجہ عظمت خاں دو بھائی ہوئے، راجہ اعظم خان نے ۱۰۷۶ھ (۱۶۶۵ء) میں اعظم گڑھ اور راجہ عظمت خان نے عظمت گڑھ بسایا، اور راجہ مہابت خان پسر راجہ عظمت خان نے مدعوبن علاقہ گھوسی میں اپنی ریاست قائم کی اور ایک زمانہ تک یہ پورا

علاقہ ان ہی نومسلم راجپوت راجوں کے زیر اقتدار رہا، لبعد میں ان کو نوابان اودھ سے نبرد آزما ہونا پڑا اور نوابی اودھ میں اعظم گڈھ کو چکلہ قرار دے کر یہاں حاکم رکھا۔ ایک موقع پر فضل علی خاں والی غازی پور نے اس کے تینوں پر قبضہ کرلیا تھا، اس کے باوجود اعظم گڈھ کی ریاست اور جاگیر نومسلم راجوں کے خاندان میں رہی۔ ۱۷۷۲ء سے ۱۸۰۱ء تک نومبرز کی کمیٹی اس ریاست کا انتظام سنبھالتی رہی اس دور میں بھی راجہ جہان خاں کی بیوہ رانی برنعی اپنے بیٹے نادر خاں کو لیکر ریاست پر تابعض دخیل رہی۔ حتی کہ ۱۰ نومبر ۱۸۰۱ء (۱۲۱۶ھ) میں نواب سعادت علی خان اور برطانوی گورنر جنرل لارڈ ولزلی کے مابین ایک معاہدہ ہوا جس کی رو سے چکلہ اعظم گڈھ مع اپنے پرگنہ جات کے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ضلع گورکھپور میں شامل کر دیا گیا۔ اور ۱۸۲۰ء (۱۲۳۶ھ) میں اس کا مغربی حصہ جونپور میں اور مشرقی حصہ غازی پور میں چلا گیا۔ اس کے بعد ۱۸ ستمبر ۱۸۳۲ء (۱۲۴۸ھ) میں اعظم گڈھ مستقل ضلع قرار پایا۔ اور ۱۸۲۰ء میں اس کے جو علاقے جونپور اور غازی پور میں شامل کئے گئے تھے وہ بھی اس میں آ گئے، اس طرح ۷۷۲ھ سے ۱۲۴۸ھ تک تقریباً سوا پانچ سو سال تک یہ علاقہ مع ضلع اعظم گڈھ کے مسلم فرمانروا کے زیر تصرف رہا اور یہاں ان کی حکومت رہی۔ ساتھ ہی علماء و فضلاء اور مشائخ کے وجود باجود نے اس علاقۂ علم دین اور سرزمین فکر و نظر کو شیرازِ ہند بنائے رکھا، جس میں اضلاع جون پور، فیض آباد، غازی پور، بنارس بلیا وغیرہ شامل تھے۔ مگر اعظم گڈھ کی مٹی میں زرخیزی و شادابی کی شان جداگانہ تھی اسی کا نتیجہ ہے کہ آج اس کے قریات و قصبات میں علم و علماء کی کثرت اور رونق پائی جاتی ہے، اسکی مثال دوسرے پڑوسی اضلاع میں نہیں ملتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دیار کی قدیم علمی اور دینی قدریں اسی خطہ میں سمٹ آئی ہیں، بقول مولانا سعید احمد اکبر آبادی کے "اعظم گڈھ ایک مردم خیز خطہ ہے اس جیسے اور علاقوں کے سوتے خشک ہو گئے یا ہوتے جا رہے ہیں لیکن اس کی زرخیزی نہ صرف قائم ہے بلکہ روز افزوں ہے" (برہان جون ۱۹۶۴ء) اور بقول اقبال سہیل:

اس خطۂ اعظم گڈھ پہ مگر فیضان تجلی ہے یکسر
جو ذرہ یہاں سے اٹھتا ہے، وہ نیر اعظم ہوتا ہے

مگر اس لذیذ تر حکایت کی درازی میں یہ تلخی بھی ہے کہ اس دیار کے علماء و فضلاء کے حالات اور ان کے کارناموں کی سطح پر ہماری بے اعتنائی کا کثیف غبار چھایا ہوا ہے۔ بعض خانوادوں اور افراد کے تذکرے لکھے گئے تو وہ زمانہ کی نذر ہو گئے۔ یا پھر کبریت احمر کی طرح نادر و نایاب ہیں، اس المیہ کے نتیجہ میں دیار پورب کی چھ سو سالہ اسلامی تاریخ کا حسن و جمال ہماری نظروں سے اوجھل ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ یہاں کے علمی اور دینی محاسن و مفاخر کے چہرے سے غبار دور کیا جائے۔ الحمد للہ کہ عزیز گرامی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب جگدیش پوری نے "تذکرہ علمائے اعظم گڈھ" لکھ کر اس قرض کی ایک قسط ادا کر دی۔ اس فرض کفایہ کی ادائگی پر وہ اہل علم کی طرف سے بہترین شکریہ کے مستحق ہیں۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

اس موقع پر مجھے خانقاہ رشیدیہ جونپور کی علمی اور روحانی ایک شام یاد آرہی ہے جب میں ۱۳۹۲ھ میں اس کے کتب خانہ میں بیٹھکر گنج ارشدی سے راجہ سید مبارک بانی مبارک پور کے حالات نقل کر رہا تھا اور مولانا موصوف کمال ذوق و شوق سے میری مدد کر رہے تھے۔ ان کے ذوق کو دیکھ کر میں نے کہا کہ آپ بھی دیار پورب کے علماء و فضلاء کے حالات جمع کریں۔ اس کی بڑی ضرورت ہے۔ اس کے بعد علمائے جونپور پر ان کے کئی تحقیقی مضامین معارف، برہان، اور الفرقان وغیرہ میں شائع ہوئے، اور اب انکی یہ کتاب شائع ہو رہی ہے۔

فاضل مرتب و مولف جواں سال، جواں ہمت اور علمی اور تحقیقی ذوق رکھنے والے ہیں انھوں نے اس کتاب کے مرتب کرنے میں صرف چند مطبوعہ کتابوں پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ اس کے لئے اسفار کر کے قلمی نوادرات سے استفادہ کیا ہے، کتبات پڑھے ہیں، اہل علم سے معلومات

حاصل کی ہیں۔ اور کئی ایسے نادرۂ روزگار اہل علم کے حالات معلوم کئے ہیں جن کے نام تک سے اب تک بے خبری تھی۔

بہر حال ایک بات مسلّم ہے کہ تذکرہ علمائے اعظم گڈھ اپنے موضوع پر بالکل نئی اور نہایت ضروری کتاب ہے اس کی اشاعت کے بعد دیار پورب کی علمی تاریخ اور علماء کے تذکروں کی ضرورت و اہمیت کا احساس بہت بڑھ جاتا ہے۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کی کوشش و محنت کے لئے یہی کیا کم ہے کہ انہوں نے اپنے اسلاف کا تذکرہ مرتب کر کے مسلمانوں کے محبوب فن سوانح نگاری اور تذکرہ نویسی سے حصہ پایا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول عام بخشے اور اس سے مسلمانوں کو فائدہ پہونچائے۔

قیمت اٹھارہ روپیہ ۱۸ ، صفحات ۳۵۰ ،

ملنے کا پتہ : جامعہ اسلامیہ ، ریوڑی تالاب ، بنارس ،